eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813

CC BY
OPEN ACCESS

ڈاکٹر شبیر احمد قادری
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد

Dr. Shabbir Ahmad Qadri
Associate Professor, Department of Urdu, Riphah International University, Faisalabad

محمد فاروق بیگ
لیکچرار، شعبہ اردو، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد

Muhammad Farooq Baig
Lecturer, Department of Urdu, Riphah International University, Faisalabad

ارمغانِ علمی اور تحقیق

ARMAGHAN E ILMI AND RESEARCH

ABSTRACT

Everyone is aware of the importance of primary and secondary sources in research matters, and Armaghan can play an important role in improving research results. The tradition of Armaghan making in Urdu reflects the cultural mood of the subcontinent. In this process, special attention is paid to this aspect that along with the personal perfections and manifestations of the person to be praised, the reader should be guided under the determination of its literary status and status, the importance of the works of the relevant personality and their contents is also highlighted. The purpose of the preparation of Armaghan is not to obtain any certificate. Not every book written about personality can be described as Armaghan. One of the conditions for Armaghan is that the reader, especially the researcher, can benefit enough from it. This is possible only if the presence of the required material in "Armaghan" is ensured. In such a situation, we can say that this is an important source of material for the researcher. Especially for the researcher who is engaged in writing a research paper or book on the relevant or any other person of that era.

KEYWORDS: Armaghan, Research, Primary Source, Secondary Source, History, Biography

تحقیقی اُمور میں بنیادی اور ثانوی آخذ کو جو اہمیت حاصل ہے، اُس سے ہر ذی شعور آگاہ ہے، ارمغان تحقیقی نتائج کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اردو میں ارمغان سازی کی روایت برصغیر کے تہذیبی مزاج کی عکاس ہے۔ اس عمل میں اس پہلو پر خاص طور پر توجہ دی جاتی ہے کہ ممدوح کے شخصی کمالات و مظاہر کے ساتھ ساتھ اس کے ادبی مقام و مرتبہ کے تعین کے ذیل میں قاری کی رہنمائی کی جائے، متعلقہ شخصیت کی تصانیف اور ان کے مندرجات کی اہمیت کو بھی اُجاگر کیا جاتا ہے۔

ارمغان کی تیاری کا مقصد کسی سند کا حصول نہیں ہوتا۔ شخصیت کے حوالے سے لکھی گئی ہر کتاب کو ارمغان قرار نہیں دیا جا

سکتا۔ ارمغان کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ قاری خاص طور پر محقق اس سے خاطر خواہ استفادہ کر سکے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ''ارمغان'' میں مطلوبہ مواد کی موجودگی کو یقینی بنایا گیا ہو۔ ایسی صورت میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ محقق کے لیے حصولِ مواد کا یہ اہم ذریعہ قرار پاتا ہے۔ خاص طور پر اس محقق کے لیے جو متعلقہ یا اس عہد کی کسی دوسری شخصیت پر تحقیقی مقالہ یا کتاب لکھنے میں مصروف ہو۔

ارمغانِ علمی کو کسی ایک شخصیت کو خراجِ تحسین یا ہدیۂ عقیدت پیش کرنے کے ذیل میں تو بہت سراہا جاتا ہے مگر تحقیق میں اس سے استفادہ کے امکانات کو زیادہ پذیرائی نہیں مل پائی۔ اس سے استفادہ کے مشتملات و مندرجات کا اسی انداز میں جائزہ لیا جا رہا ہے تاکہ محققین، ضروری مواد کے حصول کے وقت ارمغان کی تلاش پر بھی توجہ دیں اور اپنے کام کو سہل بنائیں۔ شخصی تحقیق میں شخصیت کی تحریری و تقریری دستاویزات کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے، ایک محقق کو ترجیح بھی اسی بات کو دینی چاہیے کہ وہ بنیادی مواد پر زیادہ انحصار کرے۔ ارمغانِ علمی کا شمار اگرچہ ثانوی مآخذ میں ہو گا مگر اسے ایک اہم ثانوی مآخذ کے طور پر قبول کیا جائے گا۔ ارمغان کی تیاری کے ذیل میں انفرادی کاوشوں کو زیادہ دخل ہے۔ اس کی ایک صورت کسی شخص کی سالگرہ یا خدمات کے اعتراف کے لیے ہونے والے جشن یا سالگرہ کی تقریبات میں پڑھے گئے مضامین کتابی شکل میں پیش کر دیے جائے، بعض ''ارمغان'' اسی نوع کے مضامین و آراء پر مبنی ہوتے ہیں۔

''اُردو لغت تاریخی اصول پر'' کی جلد اوّل میں ''موید الفضلا'' کے حوالے سے ارمغان کے معانی، تحفہ و سوغات کہ برائے دوستاں از جائے بیارند یا بغیر ستند بتائے گئے ہیں یعنی وہ تحفہ و سوغات جو دوستوں کے لیے کہیں سے لائیں یا بھیجیں، ہدیہ، تحفہ، سوغات ارمغان کا تلفظ دو طرح واضح کیا گیا ہے:

اَرُمغاں اور اَرَمغاں (فت ا، سک ر، ضم م / فت م) امذ۔(۱)

صاحبِ ''فرہنگِ آصفیہ'' نے ارمغان کا تلفظ م کی پیش کے ساتھ کیا۔

ف، اسم مذکر (۲) ہدیہ، سوغات، نذر، پیشکش (۳) نئی چیز، انوکھی چیز، نادر چیز۔(۴)

''صدرالافاضل'' میں ارمغان کے حوالے سے لکھا ہے: ارمغان (ف) بفتح، بجای غین قاف نیز تحفہ ای کہ از جایی بیارند و گویند در ابرا ھیمیست بضح یکم وضم سوم از لسان الشعراء بوزن زرگراں نقل کردہ۔

ارمغانی (ف) بفتح، سوغاتی و تحفہ ای کہ از جای فرستند و غنیمت و یادگار و آنرا راہ آورد نیز گویند و بجای غین قاف چنانکہ در ارمغاں نیز گذشت (۵)

شان الحق حقی نے بھی ارمغان کے دو تلفظ ظاہر کیے ہیں:

اَرُمغاں اور اَرَمغاں (۶)

عبداللطیف نقشبندی کے نزدیک:

''ارمغان کا لفظ اسم ہے اور اس کے معانی تحفہ، ہدیہ یا سوغات کے کیے جاتے ہیں۔ اس سے مراد خلعت یا جاگیر بھی لی جاتی ہے۔''(۷)

صاحب ''فرہنگِ عامرہ'' نے بھی 'ارمغان' کے محولا بالا معانی ہی مراد لیے ہیں اور تلفظ بھی دو ظاہر کیے ہیں۔(۸)

احسان دانش نے "اردو مترادفات" میں تحفہ، سوغات انوکھی چیز وغیرہ کو ارمغان کے مترادفات کے طور پر بیان کیا ہے، مزید برآں انہوں نے ارمغان سے بننے والی درج ذیل تراکیب بھی تحریر کی ہیں:

☆ارمغانِ مقدس ☆ارمغانِ فاتحہ ☆ارمغانِ لطیف ☆ارمغانِ سجدہ ☆ارمغانِ عجز

☆ارمغانِ شمشیر ☆ارمغانِ خنجر ☆ارمغانِ عید ☆ارمغانِ علمی(۹)

"اُردولغاتِ مترادفات" میں پروفیسر غلام محی الدین خلوت نے ارمغان کے معانی تحفہ اور سوغات بتائے ہیں۔(۱۰)

امیر مینائی نے "امیر اللغات" جلد دوم میں ارمغان کے معانی ہدیہ، تحفہ، سوغات بیان کیے ہیں اور نمونے کے طور پر داغ، ناسخ اور تسلیم کا ایک ایک شعر نقل کیا ہے:

خدا قبول کرے داغ تم جو سوئے عدم
چلے ہو عشقِ بتاں لے کے ارمغاں کی طرح (داغ)

آج میرے داغ سے چھوٹا ہے پھاہا اے نسیم
ارمغاں لے جا یہ گلشن میں برائے عندلیب (ناسخ)

جگر کو داغ ، کلیجے کو زخم، دل کو ملال
جنابِ عشق نے بھیجے ہیں ارمغاں کیا کیا (تسلیم)

صاحبِ "نسیم اللغات" نے بھی ارمغان کے یہی معانی بتائے ہیں یعنی تحفہ، ہدیہ، سوغات (۱۲) اُردو کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جن میں لفظ ارمغان کو تحفہ اور سوغات وغیرہ کے معانی میں برتا گیا ہے:

جراحت تحفہ، الماس ارمغاں، داغِ جگر ہدیہ
مبارکباد اسد، غم خوارِ جانِ دردمند آیا (غالب "دیوانِ غالب")

اکثر ہوا ہے مجھ کو سفر در وطن مگر
لایا نہ دوستوں کے لیے ارمغاں ہنوز (شیفتہ "کلیاتِ شیفتہ")

لالہ جی یورپ گئے اور لینے آئے ارمغاں
افتراہائے صریح اور عذرہائے لنگ کا (ظفر علی خاں "بہارستان")

گزرے نظر سے یوں تو کئی ارمغاں مگر
دیکھا تو اس کی شان کے شایاں نہ تھا کوئی (احمد مشتاق "گردِ مہتاب")

کسی کے جیتے جی اس کو ارمغان پیش کرنے میں فائدہ ہے اور نقصان بھی، فائدہ یہ کہ مرتب کے ساتھ ساتھ صاحبِ ارمغان بھی لوگوں سے فرمائشیں کر کے مضامین اور نظمیں لکھواتے ہیں اور اپنے اثر ورسوخ کی بدولت اکثر اس میں کامیاب بھی رہتے ہیں، نقصان یہ ہے کہ کہہ کہلوا کر لکھائے گئے مضامین کی حیثیت فرمائشی اور ستائشی مضامین کی رہ جاتی ہے، وہ بات جو دِل سے اُٹھے اور دِل پر اثر کرے اس کا دُور دُور تک نشان نہیں ملتا۔ ہمارے ہاں دونوں قسم کے ارمغان ملتے ہیں۔" امجد اسلام امجد فن اور شخصیت" کے مرتب زاہد حسن لکھتے ہیں: "نصف صدی کا عرصہ پورا کرنے پر ایک ادیب اور شاعر کے لیے کتاب سے بڑھ کر اور

کوئی سوغات نہیں ہو سکتی ہے۔ تو میں نے اس کتاب کی تدوین کا بیڑہ اُٹھایا اور اپنی تمام تر قوتیں صرف کر کے مواد اکٹھا کرنے لگا۔ اس سلسلے میں امجد صاحب نے میری بے حد معاونت فرمائی۔(۱۳)

دوسری جانب فرمان فتح پوری لکھتے ہیں کہ برادرم امراؤطارق نے تینوں مجلدات میں شکایت کی ہے کہ میں نے اس کام میں ان کی اعانت کرنے کے بجائے ایسی چُپ سادھ لی جو اُن کے لیے حوصلہ شکن تھی،۔۔۔(۱۴)۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری، امراؤطارق کی محنت کی داد ضرور دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ امراؤطارق نے ''ڈاکٹر فرمان فتح پوری حیات و خدمات'' کو ایک سے زیادہ جلدوں میں اس لیے پیش کیا تاکہ ممدوح کی شخصیت اور خدمات کے حوالے سے زیادہ سے زیادہ مواد یک جا فراہم کر دیا جائے، خود ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں کہ میری خاموشی اور حوصلہ شکن بے حسی کے جواب میں میرے ساتھ ان کا یہ باوقار حسنِ سلوک، یہ توقیر افزا حسنِ عمل، یہ مخلصانہ رویہ، یہ پاکیزہ جذبہ ٔارادت، جزاک اللہ، بظاہر یقین نہیں آتا لیکن اب جب کہ یہ سب کچھ سامنے ہے، سوچتا ہوں کہ میرے حق میں ان کی کتابوں کا یہ ارمغانِ گراں بہا میرے ساتھ اُن کے خلوصِ بے کراں کا صرف مظہر ہے یا مجھے خجل کرنے کا اور مجھ سے انتقام لینے کا ایک حربہ ٔانتقام وطنزِ لطیف ہے۔(۱۵)

ڈاکٹر تحسین فراقی نے ارمغان اور یاد نامہ کو ایک دوسرے سے مماثل قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یاد نامہ / ارمغان، شخصیت اور فن کے جائزے سے مختلف کتاب ہوتی ہے، شخصیت اور فن کی تعیین و تحسین کسی ایک محقق / نقاد کا کام بھی ہو سکتی ہے اور متعدد اہلِ علم کے مضامین کو یکجا جمع کر کے بھی مرتب کی جاسکتی ہے۔ شخصیت اور فن میں ایک حصہ سوانح اور شخصیت کا اور دوسرا حصہ زیرِ بحث شخصیت کے علمی و ادبی کام کے جائزے پر مشتمل ہوتا ہے۔ یاد نامہ / ارمغان میں بھی زیرِ نظر شخصیت کے بارے میں چند مضامین شامل ہوتے ہیں، لیکن مرتب کے پیشِ نظر شخصیت کے خدوخال اجاگر کرنے سے زیادہ خراجِ تحسین پیش کرنے کی ذمہ داری ہوتی ہے اس لیے وہ شخصیت اور فن کے حوالے سے زیادہ مواد اکٹھا (اکٹھا؟) نہیں کرتا۔ ایسی کتاب میں اہلِ علم حضرات سے بیشتر مضامین اُن موضوعات پر لکھوائے جاتے ہیں، جن میں کسی نہ کسی درجے میں اس شخصیت کو اختصاص حاصل ہوتا ہے۔(۱۶)

ارمغان کی تحقیق و تدوین کے حوالے سے کیا افادیت ہے؟ اس تناظر میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں کہ تحقیق میں ارمغانِ علمی سے مدد مل سکتی ہے، بشرطیکہ بذاتِ خود ارمغان کا معیار علمی ہو، یہ اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ بعض کتابوں پر نام تو لکھا ہوتا ہے۔ ''ارمغانِ علمی'' مگر وہ مطبوعہ + غیر مطبوعہ، اور معیاری + غیر معیاری نظم و نثر کے مجموعے ہوتے ہیں۔۔۔ بھارت میں جو ارمغان تیار ہوتے ہیں۔ نذرِ ذاکر، نذرِ مالک رام، نذرِ عرشی وغیرہ وغیرہ اُن پر ''ارمغانِ علمی'' لکھا ہوا نہیں مگر انھیں معیاری ارمغان کہا جاسکتا ہے۔(۱۷)

ڈاکٹر محمد علی اثر نے ''دکنی و دکنیات'' میں ''ارمغانِ یومِ محمد قلی قطب شاہ'' کا ذکر کیا ہے۔ یہ ارمغان، ''مجلسِ انتقامی یومِ محمد قلی ادارہ ادبیاتِ اُردو، حیدر آباد'' کے زیرِ اہتمام ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا۔ بتایا گیا ہے کہ مذکورہ ادارہ کی جانب سے ہر سال یوم محمد قلی قطب شاہ منایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ادبی اجلاس، مشاعرہ اور کلچرل پروگرام بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب یومِ محمد قلی کے سلسلے میں منعقدہ ادبی اجلاس میں پڑھے گئے مقالوں پر مبنی (ہے؟)(۱۸)

''ارمغانِ یومِ محمد قلی قطب شاہ'' میں اردو اور انگریزی تحریریں شامل ہیں۔ حصہ اُردو، درج ذیل مضامین پر مشتمل ہے:

۱۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ	ڈاکٹر غلام یزدانی	۲۔ چچلم کی رقاصہ	ڈاکٹر زور

۳۔ تلنگانہ ۴۔ مادنا دیوان ۵۔ پرانا پل ۶۔ نمائش نوادرات

حصہ انگریزی میں ا۔ پیامات ۲۔ محمد قلی قطب شاہ ۳۔ از پروفیسر عبد المجید صدیقی

۴۔ حیدر آباد جیسا کہ محمد قلی نے تعمیر کیا ڈاکٹر زور ۵۔ قطب شاہی حکمران اور مشاہیر پروفیسر عبد المجید صدیقی (۱۹)

"دکنی اور دکنیات" میں "نذر محمد قلی قطب شاہ" کا ذکر ملتا ہے۔ جس کے مرتب ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور اور ناشر ادارہ ادبیاتِ اردو، حیدر آباد ہیں۔ یہ ارمغان ۱۹۵۸ء میں سامنے آیا۔ ڈاکٹر محمد علی اثر نے بتایا ہے کہ اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

پہلا حصہ: ا۔ قطب شاہوں کی آب رسانی، جے وی نرسنگ راؤ ۲۔ دورِ قطب شاہی کی تشکیلِ شہری، فیاض الدین نظامی

۳۔ قطب شاہی دور میں اُردو ادب، نصیر الدین ہاشمی ۴۔ محمد قلی کا ایک غیر مطبوعہ فرمان، سراج الدین علی خاں

۵۔ مقبرۂ محمد قلی قطب شاہ، تاج سلطانہ ۶۔ محمد قلی اور اس کی شاعری، زینت ساجدہ

۷۔ محمد قلی اور علی برید، سید محمد

دوسرا حصہ نظموں اور طرحی غزلوں پر مشتمل ہے۔

تیسرا حصہ (صحافتی زبان): ا۔ حیدر آباد اور یومِ محمد قلی: پورن چند شاکر ۲۔ یومِ محمد قلی کا آنکھوں دکھا (دیکھا) حال: وقار خلیل

۳۔ چار سو سال پہلے کی ایک رات: بانو طاہرہ سعید ۴۔ قطب شاہی عہد سے آندھرا پردیش تک: اداریہ روزنامہ "سیاست"

۵۔ یومِ محمد قلی: تلگو، روزنامہ، گولکنڈہ پتریکا ۶۔ یومِ محمد قلی: سلیمان اریب

۷۔ محبت اور رواداری کے نقوش: نامہ نگار خصوصی روزنامہ "طلاقت" ۸۔ یومِ محمد قلی، ہندو مسلم اتحاد کا سنگم: میر ممتاز علی

۹۔ بھاگ متی اور محمد قلی: کرشنا سوامی ۱۰۔ یومِ محمد قلی صحافت کی نظر میں: وقار خلیل

چوتھا حصہ: ا۔ مقبرہ محمد قلی: غلام ربانی ۲۔ سلاطینِ گولکنڈہ کی ادب نوازی: ڈاکٹر نذیر احمد

۳۔ قطب شاہوں کی مہریں اور دستخط: سیّد مسعود احمد ۴۔ دکن کا ایک رنگیلا تاجدار: ابو ظفر عبد الواحد

۵۔ قطب شاہی عہد کے چند بزرگانِ دین: سید محمد ۶۔ قطب شاہی مسجدیں: غلام ربانی ۷۔ یومِ محمد قلی: محمد مظہر

۸۔ دکن کا ایک اولوالعزم سلطان: کرشنا سوامی ۹۔ گولکنڈہ: محمد عمر یوسفی ۱۰۔ سلطان محمد قلی: حمید الدین شاہد

۱۱۔ آندھرا پردیش کا کلچر: عبد المجید صدیقی ۱۲۔ بھاگ متی اور بھاگ نگر: ڈاکٹر زور

اس کتاب میں ۷۴ تصاویر بھی شامل ہیں۔ (۲۰)

"دکنی اور دکنیات" میں یومِ محمد قلی قطب شاہ (۱۹۷۶ء)، یومِ محمد قلی (۱۹۷۶ء)، یومِ محمد قلی (۱۹۷۸ء)، یومِ محمد قلی (۱۹۷۷ء) کا ذکر بھی موجود ہے۔ علاوہ ازیں ارمغانِ سلطان المعروف بہ سیر گلبرگہ مرتبہ: محمد سلطان کے بارے میں معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ یہ ارمغان ۱۹۰۲ء میں مفیدِ عام پریس، آگرہ کے زیرِ اہتمام منصہ شہود پر آیا۔ ڈاکٹر محمد علی اثر لکھتے ہیں کہ اس کتاب کو حسب ذیل تین ابواب میں منقسم، گلبرگہ شریف کے متصل تاریخی واقعات بیان کیے گئے ہیں:

ا۔ گلبرگہ کے موجودہ حالات ۲۔ حضرت بندہ نواز اور دیگر اولیائے کرام کی زندگی اور سوانح حیات

۳۔ سلاطین بہمنیہ کے مفصل حالات اس کتاب میں پانچ نقشے بھی پیش کیے گئے ہیں۔ (۲۱)

"ارمغانِ عالی" جمیل الدین عالی کی خدمات کے اعتراف کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس میں 'گزارشات' کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ: اپنے محبوب کے سراپا کو نگاہِ شوق کا نذرانہ دیتے ہوئے شاعر نے یہ فریاد کی تھی:

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامنِ دِل می کشد کہ جا اینجاست

کچھ اسی قسم کی دشواری ایک ہمہ جہت شخصیت کے کارناموں کا احاطہ کرنے میں بھی پیش آتی ہے۔(۲۲) ظاہر ہے کہ اپنے نمایاں ادبی کارناموں کی بدولت شہرت اور مقبولیت حاصل کرنے والے اشخاص کی خدمات کا احاطہ کسی ایک 'ارمغان' میں نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے "ارمغانِ مسلسل" کی طرح ڈالنے کی ضرورت ہے۔ ۵۹۰ صفحات پر مشتمل اس ارمغان میں نوبل انعام یافتہ شخصیات کے ساتھ نامور علمی ادبی اور سیاسی شخصیات نے اپنے ممدوح کے شخصی کمالات، تنقیدی افکار پر روشنی ڈالی ہے۔ تصاویر اور انٹرویوز عالی کے فن کو سمجھنے میں محقق کی رہنمائی کرتے ہیں، مصباح العثمان نے جمیل الدین عالی کے کوائف کی تیاری میں محنت سے کام لیا ہے۔ اس میں نام، تخلص، پیدائش، جائے پیدائش، آباؤاجداد، شادی، اولاد، ملازمتوں، خدمات، اعزازات، بیرونی ممالک کے اسفار، تصانیف، زیرِ طبع کتب اور عالی پر لکھی گئی تصانیف اور مقالات کی تفصیلات بہم پہنچائی ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے "ارمغان سازی" کے ذیل میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، "ارمغانِ شیرانی" اور "ارمغان ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی" جیسے اہم ارمغانوں کی تیاری ان کا ایک ایسا کارنامہ ہے جو اقبالیات کے مانند ان کا ایک اور بنیادی حوالہ بنے گا۔ ماہرِ اقبالیات کے بعد اب انھیں "ماہر ارمغانیات" کے نام سے یاد کیا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا۔ ڈاکٹر تحسین فراقی نے درست کہا ہے کہ ۔۔۔ اُن کی یہ تازہ دمی اور تازہ پروازی، بلند پروازی کی ہم رکاب ہو کر اردو تحقیق میں پایۂ اعتبار حاصل کر لے گی۔(۲۳)

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے ارمغان سازی کے ذیل میں سب سے پہلے ممتاز محقق حافظ محمود شیرانی کی باوقار اور قابلِ فخر علمی شخصیت کے حضور ارمغان پیش کیا ہے۔ ان کے معاون ڈاکٹر زاہد منیر عامر ہیں، یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے ریٹائرڈ یا مرحوم اساتذہ کے حضور 'ارمغان' پیش کرنے کی روایت کا مفصل ذکر دیباچہ میں کر دیا گیا ہے۔ اس ارمغان کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصہ میں چار مضامین شامل ہیں۔ مضمون نگار، ڈاکٹر گیان چند جین (محمود شیرانی مرحوم سے میرے استفادات) افضل حق قریشی (ذخیرۂ شیرانی سے متعلق چند اہم دستاویزات) ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار (حافظ محمود خاں شیرانی) ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی (حافظ محمود شیرانی کا وطن: ریاست ٹونک) ہیں۔ دوسرے حصے میں حکیم محمود احمد برکاتی، رشید حسن خاں، ڈاکٹر حنیف نقوی، ڈاکٹر محمد انصار اللہ، ڈاکٹر مختار الدین احمد، ڈاکٹر تبسم کاشمیری، شان الحق حقی، ڈاکٹر معین الدین عقیل، ڈاکٹر فرید احمد برکاتی اور ڈاکٹر عارف نوشاہی کے مضامین شامل ہیں۔

ارمغان افتخار احمد صدیقی (مرتبین ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر عزیز ابن الحسن) ہیں۔ پروفیسر صدیقی مرحوم کے رفقائے کار، شاگردوں اور دیگر ناقدین کے پندرہ مضامین کو جگہ دی گئی ہے۔ اس میں پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی کی خود نوشت "نقشِ دوام" سے چند صفحات بھی ارمغان میں شامل کر لیے گئے ہیں۔ جن سے بقول ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی قارئین کو مرحوم کے مراحلِ حیات، افتادِ طبع اور مقاصدِ حیات کی تکمیل کے لیے اُن کی جدوجہد کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔(۲۴) اس ارمغان میں ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر تحسین فراقی، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، پروفیسر سیف اللہ خالد، محترمہ سلمیٰ صدیقی، پروفیسر حنیف نقوی، پروفیسر عبدالحق،

پروفیسر ابوالکلام قاسمی، پروفیسر غلام رسول ملک، ڈاکٹر عارف نوشاہی، ڈاکٹر بصیرہ عنبرین، ڈاکٹر ناصر عباس نیر، ڈاکٹر عزیز ابن الحسن، ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد اور ڈاکٹر خالد ندیم کے مضامین اور تاثرات شامل ہیں۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی کی تصویروں اور تحریروں نے اس "ارمغان" کی اہمیت میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے۔ ان تحریروں میں خطوط اور اپنے کوائف نامہ کے عکس شامل ہیں۔ کوائف نامہ کے بارے میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے رائے دی ہے کہ یہ ۱۹۸۷ء میں "عروجِ اقبال" کی اشاعت کے بعد، کسی وقت تیار اور تحریر کیا گیا، کیونکہ اس میں عروجِ اقبال (۱۹۸۷ء) کا ذکر تو نہیں ہے مگر "نذیر احمد دہلوی: سوانح و کتابیات" (۱۹۸۷ء) اور "فروغِ اقبال (۱۹۹۶ء) کا ذکر ہے۔(۲۵) افتخار احمد صدیقی کے اپنے سوادِ خط میں لکھے گئے اس کوائف نامہ کو بقول رفیع الدین ہاشمی، افتخار احمد صدیقی کے بارے میں اسے سب سے زیادہ مستند دستاویز قرار دیا جا سکتا ہے۔(۲۶) دُردانہ شوکت نے ارمغانِ افتخار احمد صدیقی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مجموعی طور پر یہ ارمغان، علم، عالم اور معلم کا بے مثال مجموعہ ہے جو صاحبِ کتاب سے عقیدت رکھنے والوں کے ساتھ ساتھ علم و ادب کے شائقین اور قارئین دونوں کے لیے یکساں دلچسپی اور اہمیت کا حامل ہے۔(۲۷) محمد ایوب منیر "ارمغان افتخار احمد صدیقی" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان مضامین سے صدیقی صاحب کے ادبی کردار کے ساتھ ساتھ اُن کی شخصی متانت اور وقار بھی ظاہر ہوتا ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے ایک مثال اور نمونہ ہے۔(۲۸)

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے درج ذیل ارمغان بھی ترتیب دیے:

۱۔ ارمغانِ علمی: سید ابوالاعلیٰ مودودی بہ اشتراک سلیم منصور خالد　　　۲۔ یادنامہ، سیّد اسعد گیلانی

ارمغانِ ڈاکٹر سیّد عبداللہ،(۲۹) بابائے اُردو ثانی، پروفیسر ڈاکٹر سیّد عبداللہ مرحوم کی اُردو اور فارسی زبان و ادب کے لیے قابلِ رشک خدمات کے دلآویز اظہاریہ کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ ارمغان، ڈاکٹر تحسین فراقی اور ڈاکٹر ضیاء الحسن نے باہمی اشتراک سے تیار کیا ہے۔ اس ارمغان کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حصہ اوّل میں تین مضامین شامل ہیں، جن کی نوعیت شخصی ہے:

۱۔ تقدیم، عکسِ خطوط، مختار الدین احمد　　۲۔ آجی؛ عطیہ سیّد　　۳۔ ڈاکٹر سید عبداللہ (کتابیات) جمیل احمد رضوی

حصہ دوم میں تحقیقی مضامین شامل ہیں:

۱۔ قاضی صاحب کی تنقید نگاری__ محاسن اور کمزوریاں، گیان چند جین　　۲۔ شاگردانِ رشک، انصار اللہ

۳۔ حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین محبوب الٰہی کے سالِ ولادت کا تعین، لطیف اللہ　　۴۔ نقدِ غالب، محمد عالم مختار حق

۵۔ ملیشیا میں غالب کے نوادر، معین الدین عقیل

۶۔ وزیر / روزیری__ گیارہویں صدی ہجری کے ایک تاتاری نژاد چینی شاعری کے حالات اور فارسی شاعری، عارف نوشاہی

۷۔ سردار جعفری کے تنقیدی رویے، ابوالکلام قاسمی

۸۔ بلگرام کا ایک شہرۂ آفاق لغوی و محدث__ علامہ سیّد مرتضیٰ بلگرامی الزبیدی، تقی رضا بلگرامی

۹۔ اردو شعرا کے تذکروں کی عمرانی جہت، ضیاء الحسن　　۱۰۔ تعریفوں کا تصادم، ایڈورڈ سعید / تحسین فراقی

اس حصہ میں دو انگریزی مضامین بھی شامل ہیں:

Dr. Aloys Sprenger and Delhi College: M. Ikram Chaghatai .1

Postmodernism__ Some questions for consideration: G.R. Malik .2

رفاقت علی شاہد نے ارمغان میں شامل قلمی معاونین کے کوائف اور اُن کی منتخب تصنیفات و تالیفات سے متعارف کرایا ہے۔ اوّل الذکر مضمون میں مختار الدین احمد کے نام ڈاکٹر سید محمد عبد اللہ کے مکاتیب شامل ہیں، مکاتیب بائیس ہیں بعد ازاں ضمیمہ کے طور پر دو خط موجود ہیں۔ حواشی میں ان مکاتیب کے اہم نکات و رموز پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (نویں مکتوب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خود ڈاکٹر سید عبد اللہ نے بھی ایک ارمغانِ علمی ترتیب دیا جس کا مقصد مولوی محمد شفیع کی خدمات کا اعتراف تھا)۔(۳۰) مختار الدین احمد کے مضمون کے خاتمے کے فوراً بعد ڈاکٹر تحسین فراقی اور سید ہاشمی فرید آبادی اور مختار الدین احمد کے نام ڈاکٹر سید عبد اللہ کے تین خطوط کے عکوس کی بدولت یہ ارمغان ایک دستاویزی صورت اختیار کر گیا ہے۔

اس ارمغان کے حصہ اوّل کا ایک اور اہم مضمون ''ڈاکٹر سید عبد اللہ (کتابیات)'' ہے۔ اس میں سید جمیل احمد رضوی نے اپنے ممدوح کی ولادت، جائے ولادت، ولدیت، تعلیم، ملازمت، مصروفیات و مشاغل، تصانیف، قلمی آثار، اداروں سے وابستگی سے لے کر وفات تک اور اُن کے بارے میں ہونے والے تحقیقی و تنقیدی کام کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے، یہی وہ زاویے ہیں، ایک محقق کو جن کی تلاش ہوتی ہے۔ ستر سے زیادہ صفحات میں سید عبد اللہ کے بارے میں کیا کیا معلومات فراہم نہ کر دی گئی ہوں گی۔

ڈاکٹر سیّد عبد اللہ کے ایک شاگرد ممتاز منگلوری نے حقِ شاگردی ادا کرنے کی از حد کوشش کی۔ سیّد صاحب کے لیکچرز کو کتابی صورت میں منظر عام پر لانا کیا کم خدمت تھی کہ انہوں نے اپنے استاد کی خدمت میں ایک سوغات (شخصیہ) پیش کی۔ اس میں سید عبد اللہ کے بارے میں اہلِ قلم کے مضامین شامل کیے گئے ہیں۔(۳۱)

''ارمغان سید عبد اللہ'' کی ایک خاص خوبی اس کے پیش لفظ (سخنے چند) میں ڈاکٹر محمد سلیم ملک کا کہنا درست ہے زیرِ نظر ارمغان کئی اعتبار سے معتبر ہے۔ اس میں اردو زبان و ادب کے متعدد مشاہیر نے قلم اٹھایا ہے۔۔۔ اسی طرح زبان و ادب کے کئی مسائل زیرِ بحث آئے ہیں، ادب کے کئی اوجھل گوشے روشنی میں لائے گئے ہیں اور کئی علمی شخصیات زیرِ بحث آئی ہیں۔ اسی طرح اردو تنقید کے کئی جدید مباحث بھی قارئین کے لیے استفادے کا باعث ہوں گے۔(۳۲)

نمایاں شخصیات کے حضور ارمغان پیش کرنے کی مستحسن روایت کے ذیل میں ''وارث میر کا عہد'' بھی ایک قابلِ قدر کاوش ہے۔ فرخ سہیل گوئندی نے اپنے ممدوح کے حوالے سے لکھے گئے، مضامین کی جمع آوری کے لیے جو کدو کاوش کی اس کا اندازہ اس ارمغان کی فہرست دیکھ کر لگایا جا سکتا ہے۔(۳۳)۔ اس ارمغان میں وارث میر کی حیات و خدمات کا خاکہ سن و سال کی روشنی میں تیار کیا گیا ہے۔۔۔ منظوم خراج عقیدت، خطوط اور تصاویر نے اس ارمغان کی اہمیت میں اضافہ کر دیا ہے۔

''ارمغانِ خالد'' عبد العزیز خالد کی خدمت میں پیش کیا جانے والا ارمغان ہے۔ مرتب ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے ''ارمغانِ خالد'' کو ''اُردو ادب کا جمیل و جلیل شہکار'' قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عظیم انسانوں کو اُن کا فن یا کارنامہ زندۂ جاوید بنا دیتا ہے لیکن بہت کم مشاہیر عالم کی عظمت کو ہم عصروں نے پہچانا اور اُن کی وہ قدر کی جس کے وہ مستحق تھے۔(۳۴)۔ گیارہ سو صفحات کو محیط اس ارمغان میں خالد کی شخصیت، فکر و فن کے حوالے سے مضامین، تاثرات اور تبصروں کے ساتھ انٹرویوز، خطوط بنام عفت موہانی اور خود عفت موہانی کے خطوط بھی موجود ہیں۔ ان سے خالد شخصیت اور فن کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ حامد یزدانی اور خالد علیم نے محققانہ انداز میں عبد العزیز خالد کے کوائف جمع کیے ہیں۔ خالد کو بیس کے قریب شعرا نے منظوم خراجِ تحسین بھی پیش کیا ہے۔

بسلسلہ اعترافِ خدمات ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی(۳۵) 'سپاسِ محبت' شعبہ عربی، گورنمنٹ کالج، فیصل آباد کی جانب سے ۱۹۹۸ء میں پیش کیا گیا۔ میاں خدا بخش، محمد افسر ساجد، پروفیسر افتخار احمد چشتی، ڈاکٹر خورشید رضوی، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر حافظ محمد طفیل، پروفیسر ظفر الحق چشتی سمیت درجنوں احباب ذوق نے ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی کی علمی و تعلیمی اور ادبی خدمات کو سراہا ہے۔

مجنوں گورکھ پوری سے پیار کرنے والوں نے 'مجنوں اکیڈمی' تشکیل دے کر مجنوں کی شخصیت اور فن پر مشتمل مقالات کو اکٹھا کر کے "ارمغانِ مجنوں"، جلد اوّل شائع کی جس کے مرتبین صہبا لکھنوی اور شبنم رومانی تھے۔(۳۶)

پروفیسر غلام حیدر چشتی(۳۷) شعبہ تعلیم میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد سبکدوش ہوئے تو ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی اور پروفیسر ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم نے اُن کے لیے "ارمغانِ محبت" تیار کیا۔(۳۸)

ڈاکٹر محمد نواز چودھری(۳۹) کے لیے شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج، فیصل آباد کی جانب سے ارمغانِ علمی "بزم کا روحِ رواں" پیش کیا گیا، یہ ارمغان پروفیسر ایس ایم شریف نے تیار کیا۔ معاونین عمر حیات انصاری، عبد الستار جنجوعہ، شہناز جبیں، نجمہ ناہید اور حاجی سلامت علی تھے۔(۴۰)

جلیل قدوائی نے یومِ راس مسعود کے موقع پر "مجلہ یادگارِ مسعود" شائع کیا۔ یہ مجلہ ۱۹۶۴ء میں منظرِ عام پر آیا۔ اسی طرح کا ایک مجلہ ۱۹۶۶ء میں بھی شائع کیا گیا۔

گورنمنٹ کالج فیصل آباد کے پروفیسر عصمت اللہ خاں(۴۱) کی ریٹائرمنٹ پر ایک ارمغان "لفظوں کے پھول" کے نام سے تیار کیا گیا۔ اس کے مرتب افضال احمد انور، شبیر احمد قادری، ریاض احمد قادری اور ذیشان احمد خاں تھے۔(۴۲)

ایک غیر مطبوعہ ارمغان "نذرِ افتخار" مقالہ سائز میں ڈاکٹر سید معین الرحمن نے مرتب کیا۔(۴۳) اس ارمغان میں انھوں نے گورنمنٹ کالج لائل پور (حال فیصل آباد) کے صدر شعبہ اسلامیات اور ممتاز علمی شخصیت پروفیسر افتخار احمد چشتی(۴۴) کی خدمات کے اعتراف کے حوالے سے مضامین شامل کیے ہیں۔

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے "حیاتِ چشتی: کچھ نادر ماخذات" کے زیر عنوان اپنے ممدوح کے سوانحی کوائف، سلسلہ ارادت، "روحانی پیغام" سے اُن کی وابستگی بحیثیت مدیر اور علمی و تعلیمی اور ادبی سرگرمیوں کا ۱۸ صفحات پر جائزہ پیش کیا ہے۔ روفیسر افتخار احمد چشتی کے احباب اور اساتذہ میں سے ڈاکٹر سید عبد اللہ، ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی، پروفیسر کرامت حسین جعفری، پروفیسر مختار محمود قریشی، حافظ نذر احمد، پروفیسر غلام احمد حریری اور رفقائے کار میں سے ڈاکٹر غلام سرور خاں نیازی، پروفیسر محمد اسحٰق قریشی، پروفیسر حق نواز، پروفیسر عصمت اللہ خاں، پروفیسر منظر مفتی، پروفیسر عارف رضا اور ڈاکٹر سید معین الرحمن کے مضامین اور تاثرات شامل ہیں۔ اسی طرح تلامذہ میں سے محمد افسر ساجد، پروفیسر محمد احسان الحق اختر، پروفیسر صدیق جاوید، پروفیسر عبد الرحمٰن شاکر اور پروفیسر غلام حیدر چشتی کے تاثرات شامل کیے گئے ہیں۔ "نگارشات افتخار" کے زیر عنوان افتخار احمد چشتی کے "ایک خط"، "ایک خطبہ"، "ایک جائزہ" اس ارمغان کو زیادہ وقیع بنا رہے ہیں۔ "ارمغان" کے آخری صفحات پر چار انگریزی مضامین شامل ہیں۔

رسائل و جرائد کی شخصیات کے حوالے سے ترتیب دی گئی خصوصی اشاعتیں بھی ارمغانِ علمی کے ذیل میں آتے ہیں۔ ان رسائل و جرائد کی خاص اشاعتوں میں انہی اُصولوں کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔ عزیز و اقارب، دوست احباب، شاگردوں اور عقیدت مندوں کے مضامین جن سے اپنے ممدوح کے فکر و فن پر اظہار خیال کیا جاتا ہے۔ ان نمبروں میں ان مضامین کی نوعیت اساسی ہوتی

ہے جن میں ممدوح کے سوانحی حالات کو درجہ بہ درجہ بیان کیا جاتا ہے۔ توقیت کے اصولوں کو مدِ نظر رکھ کر تحریر کیے گئے حالات، محقق کی خاص توجہ کا مرکز قرار پاتے ہیں۔

"ارمغانِ علمی" اور رسائل کی خاص اشاعتوں کا بڑا فائدہ یہی ہوتا ہے کہ یہ اپنے عہد کی ناقابلِ تردید گواہی قرار پاتی ہے اور کارِ تحقیق میں معاون ہوتی ہیں۔

ارمغان کو روایتی دائروں تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ بند دریچوں کو کھول کر تازہ ہوا کا خوش دِلی سے خیر مقدم کیا جائے۔ تاکہ محققین کے ساتھ ساتھ اربابِ فکر و نظر بھی ان سے اِستفادہ کر سکیں، ارمغان خراجِ تحسین پیش کرنے کی ایک صورت ہے تو اس کی نئی صورت گری اور اِمکانات پر غور و فکر لازم ہے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ انصار اللہ نظر، مرتب: قطعہ منتخب، تالیف: مولوی عبد الغفور خاں نساخ، کراچی: انجمن ترقیِ اردو، ۱۹۷۴، ص ۴۷

۲۔ صدیق جاوید، مرتب: متاعِ عزیز، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۱ء، ص ۴۱

۳۔ اُردو لغت تاریخی اصول پر، جلد اول، کراچی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۷۷ء، ص ۳۷۸

۴۔ فرہنگِ آصفیہ، جلد اوّل، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص ۱۴۸

۵۔ فیضی، اللہ داد سرہندی، صدر الافاضل، جلد اول، لاہور: دانش گاہِ پنجاب، ۱۳۳۷ شمسی

۶۔ حقی، شان الحق، فرہنگ تلفظ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء، ص ۳۴

۷۔ عبد اللطیف نقشبندی، پیر، مقدمہ: مجلس اقبال، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۹۹ء، ص ۲۴

۸۔ عبد اللہ خویشگی، فرہنگِ عامرہ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء، ص ۴۷

۹۔ احسان دانش، اُردو مترادفات، لاہور: مرکزی اردو بورڈ، بار اول، ۱۹۷۰ء، ص ۲۱

۱۰۔ خلوت، غلام محی الدین، پروفیسر، مرتب: اردو لغاتِ مترادفات، لاہور: مشرقی کتب خانہ، ت ن، ص ۱۶

۱۱۔ امیر مینائی، امیر اللغات، حصہ دوم، آگرہ: مطبع مفید عام، ۱۸۹۲ء

۱۲۔ نسیم امروہوی، نسیم اللغات اردو، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۵۱ء، ص ۶۶

۱۳۔ زاہد حسن، امجد اسلام امجد __ فن اور شخصیت، مرتبہ: زاہد حسن، لاہور: گورا پبلشرز، ۱۹۹۶ء، ص ۱۴۔۱۳

۱۴۔ فرمان فتح پوری، مشمولہ: ڈاکٹر فرمان فتح پوری __ حیات اور خدمات، جلد نمبر ۳، کراچی: فتح پور ایجوکیشنل سوسائٹی، ۱۹۹۴ء، ص ۱۶

۱۵۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، میں دعائیں دیتا ہوں، میں شکر گزار ہوں، مشمولہ: ڈاکٹر فرمان فتح پوری __ حیات و خدمات، جلد نمبر ۳، مرتبہ: امراؤ طارق، ص ۳۷۸

۱۶۔ تحسین فراقی، ضیاء الحسن (مرتبین)، سخنے چند، ارمغانِ ڈاکٹر سیّد عبد اللہ، لاہور: شعبہ اُردو، پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء، ص ۹۔۸

۱۷۔ مکتوب ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، بنام ڈاکٹر شبیر احمد قادری، لاہور، محررہ ۸ جون ۲۰۱۱ء

۱۸۔ اثر، محمد علی، ڈاکٹر، دکنی و دکنیات، (وضاحتی کتابیات)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء، ص ۸۷

۱۹۔ ایضاً، ص ۸۷

۲۰۔ ایضاً، ص ۹۳

۲۱۔ ایضاً، ص ۱۱۳

۲۲۔ گزارشات، ارمغان عالی، (مجلس ادارت، افتخار احمد عدنی، فرمان فتح پوری، مشفق خواجہ، ڈاکٹر محمد علی صدیقی، امجد اسلام امجد)، کراچی: پاکستان رائٹرز کو آپریٹو سوسائٹی، ۱۹۹۸ء، ص ۱۱

۲۳۔ تحسین فراقی، ڈاکٹر، پس ورق، ارمغانِ شیرانی، مرتبین: رفیع الدین ہاشمی، زاہد منیر عامر، لاہور: یونیورسٹی اورینٹل کالج، ۲۰۰۲ء

۲۴۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، ارمغانِ افتخار احمد صدیقی، لاہور: شعبۂ اُردو، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۰۰ء، ص ۹۷

۲۵۔ ایضاً، ص ۳۰۵

۲۶۔ ایضاً، ص ۳۰۵

۲۷۔ دردانہ شوکت تبصرہ، مشمولہ: ''تحقیق''، شش ماہی تحقیقی مجلہ، جام شورو: سندھ یونیورسٹی، (مدیر: ڈاکٹر سید جاوید اقبال) جلد نمبر ۱۷، شمارہ نمبر ۲، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۴۴۲

۲۸۔ منیر، محمد ایوب، تبصرہ: ارمغانِ افتخار احمد صدیقی، مشمولہ: قومی زبان، ماہنامہ، کراچی، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۷۰

۲۹۔ ارمغانِ ڈاکٹر سیّد عبداللہ، شعبۂ اُردو، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور، ۲۰۰۵ء۔ صفحات: ۶۱۹ (۵۷۴ اُردو اور ۴۵، انگریزی)

۳۰۔ ارمغانِ علمی، بخدمت پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیع کے، مجلس ارمغانِ علمی، ۱۹۵۵ء۔

۳۱۔ ممتاز منگلوری نے یہ سوغات (شخصیہ) مجلس ارادت مندانِ سید، کے زیر اہتمام ۱۹۶۷ء میں ترتیب دی۔

۳۲۔ محمد سلیم ملک، پس ورق، ارمغان ڈاکٹر سید عبداللہ، مرتبین: ڈاکٹر تحسین فراقی و ڈاکٹر ضیاء الحسن، لاہور: شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء

۳۳۔ ۲۰۰۸ء صفحات پر مشتمل یہ ارمغان جمہوری پبلی کیشنز، لاہور کے زیر اہتمام ۲۰۰۲ء میں شائع کیا گیا۔

۳۴۔ ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، پیش لفظ، ارمغانِ خالد، مرتبہ: ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۸ء، ص ۱۵

۳۵۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحق قریشی ۵ مارچ ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئے۔ جامعہ پنجاب، لاہور سے ایم۔اے عربی، اسلامیات کے اسناد حاصل کرنے کے بعد ساہیوال، مظفر گڑھ، جوہر آباد اور فیصل آباد کے کالجوں میں تدریسی و انتظامی فرائض ادا کیے۔ ۴ مارچ ۹۹۸ء کو ریٹائر ہوئے۔ بعد ازاں، بین الاقوامی محی الدین اسلامک یونیورسٹی، نیریاں شریف، آزاد کشمیر اور پھر انڈیپنڈنٹ یونیورسٹی فیصل آباد کے وائس چانسلر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ جی سی یونیورسٹی فیصل آباد میں ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ اور ڈائریکٹر لائبریریز کی حیثیت سے بھی ذمہ داریاں نبھائیں۔ مرکز سیرت، فیصل آباد کے سربراہ رہے۔ ''برصغیر میں عربی نعت گوئی'' کے زیر عنوان پی ایچ ڈی (عربی) کا مقالہ لکھا۔

۳۶۔ عبدالستار نیازی، ڈاکٹر، مجنوں گورکھپوری، حیات و فن، کراچی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۰۴ء، ص ۳۰

۳۷۔ پروفیسر غلام حیدر چشتی ۱۴ جنوری ۱۹۳۶ء کو امر تسر میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۰ء میں ایم۔اے عربی کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد سے ملازمت کا آغاز کیا۔ ۱۳ جنوری ۱۹۹۶ء کو ایسوسی ایٹ پروفیسر اور صدرِ شعبہ عربی گورنمنٹ کالج، فیصل آباد کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ انہوں نے مصری ڈرامہ نگار مفتی رضوان کے ڈرامہ دموع ابلیس کا، "ابلیس کے آنسو" کے نام سے اردو ترجمہ کیا۔

۳۸۔ اعجاز فاروق اکرم، ابتدائیہ: ارمغانِ محبت، فیصل آباد: شعبہ عربی، گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۶ء، ص ۳

۳۹۔ پروفیسر محمد نواز چودھری ۲ جنوری ۱۹۳۴ء کو فیروز پور، بھارت میں جنم لیا۔ اسلامیات اور عربی میں ایم۔اے کرنے کے بعد ۲۴/ اکتوبر ۱۹۶۰ء میں محکمہ تعلیم میں ملازمت کا آغاز کیا۔ ڈپٹی انسپکٹر مدارس عربیہ (بہاول پور ڈویژن) بھی رہے۔ ایسوسی ایٹ پروفیسر اور صدر شعبہ اسلامیات کی حیثیت سے یکم جنوری ۱۹۹۴ء کو ریٹائر ہوئے۔ "شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی علمی و دینی خدمات" کے زیر عنوان پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ "مطالعہ مذاہب عالم"، "اسلامی فقہ" اور "تاریخ اسلام" کے نام سے کتب شائع ہوئیں۔

۴۰۔ شریف، ایس، ایم، مرتب، بزم کاروحِ رواں، فیصل آباد: شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۴ء، ص ۶۔۵

۴۱۔ پروفیسر عصمت اللہ خاں صدر شعبہ اردو اور قائم مقام پرنسپل گورنمنٹ کالج فیصل آباد رہے۔ ۹/ جولائی ۲۰۱۱ء کو فیصل آباد میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

۴۲۔ انور، افضال احمد، مرتب: لفظوں کے پھول، فیصل آباد: شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج، فیصل آباد: ۲۰۰۰ء، ص ۱۱

۴۳۔ یہ ارمغان ڈاکٹر سید معین الرحمن کے گورنمنٹ کالج لائل پور میں پروفیسر اور صدر شعبہ اردو کے دور کی یادگار ہے۔

۴۴۔ پروفیسر افتخار احمد چشتی کا اصل نام افتخار احمد تھا۔ وہ ۱۵/ اپریل ۱۹۱۷ء کو دنیا نگر، ضلع گورداس پور، انڈیا میں پیدا ہوئے، گورنمنٹ کالج جھنگ اور گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں تدریسی و انتظامی خدمات انجام دیں۔ مجلسِ اقبال فیصل آباد کے بانیوں میں شامل تھے۔ سوانح حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی، سوانح حضرت قیس چشتی تحریر کیں۔ ملفوظات حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی از محمد نعیم الدین کا اُردو ترجمہ بھی کیا۔ ایک درجن کے قریب کتب کے مصنف اور مؤلف ہیں۔